نجم الثاقب

قرآنِ مجید کی شانِ خطابت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ قرآنِ مجید ہے۔ اس کا اسلوب معجزنما ہے۔ یہ ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے۔ مصحف کی ترتیب نزولی نہیں بلکہ توقیفی ہے جو منجانب اللہ ہے۔ ان سورتوں کے سات گروپ ہیں۔ ہر گروپ میں ایک یا ایک سے زائد مکی یا مدنی سورتیں ہیں۔ مرکزی مضمون کے ایک پہلو کو مکی سورتیں بیان کرتی ہیں دوسرے کو مدنی۔ قرآنِ مجید میں دو تہائی مکی سورتیں ہیں اور ایک تہائی مدنی۔ مکی سورتیں بیس پاروں پر مشتمل ہیں اور مدنی دس پاروں پر۔ بعض سورتیں جوڑہ جوڑہ ہیں۔ اس کے تعلق میں بھی بڑی حکمتیں ہیں۔ دونوں مل کر ایک وحدت بن جاتی ہیں۔ مکی سورتوں کی مثال ان پہاڑی نالوں کی ہے جن میں ہیجان ہوتا ہے۔ جوش و خروش ہوتا ہے، خطابت کا انداز ہوتا ہے۔ جس کا رُخ تیزی سے بدلتا ہے۔ مدنی سورتوں میں ایک قسم کا دھیما پن ہے۔ ان کی مثال میدانی دریاؤں کی سی ہے جن کا پاٹ وسیع ہے اور ان میں سکون پیدا ہوگیا ہے۔ مکی سورتوں میں توحید، معاد، آخرت کے مضامین بیان ہوتے ہیں۔ مدنی سورتوں میں معاشرتی احکام ملتے ہیں۔

قرآنِ کریم ایک خاص قسم کے جغرافیائی پس منظر میں نازل ہوا۔ اس لیے اسی کینوس میں اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اجتماعی زندگی کے مختلف پہلو اس دور میں بڑی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ پیچیدگیاں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ متوازن نظامِ زندگی کی تلاش مشکل ہوگئی ہے۔ پچھلی دو صدیوں سے انسانی فکر افراط و تفریط کی راہوں سے گزر رہی ہے اور اسے کوئی مستقر نہیں ملتا۔ آج کے انسان کے لیے قرآن کا یہ پہلو بڑا معجز نما ہے کہ اس میں فرد کی روحانی تربیت کا اہتمام بھی ہے اور اجتماعی نظام بھی ہے۔ علومِ جدیدہ کا کوئی ایسا اہم موضوع نہیں جس کی طرف بلیغ اشارات نہ ملتے ہوں۔ پھر اس کے مخاطب عوام بھی ہیں اور خواص بھی۔ سب اپنی ذہنی سطح کے مطابق اکتسابِ فیض کرتے ہیں۔ بڑے سے بڑا فلسفی بھی محسوس کرتا ہے کہ میری علمی پیاس اسی نے بجھائی

ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اصلی مخاطب میں ہی ہوں۔

قرآن کی ابتدائی اور آخری آیات بڑی جامع ہیں۔ ان کا ہر جملہ بیک وقت محکم بھی ہے اور مفصل بھی۔ ابتدا میں چھوٹی چھوٹی آیتیں نازل ہوئیں۔ گویا کوزے میں دریا بند کر دیا گیا۔ پھر بڑی سورتوں میں ان مضامین کو واضح کیا گیا۔ ہر سورت اپنے مرکزی مضمون کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔ اس کو عمود کہتے ہیں۔ تمام آیات اس کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ ہر آیت اپنے طور پر علم و حکمت کا موتی ہے جو حُسن کا مرقع ہے۔ مگر وہ ہار میں پروئے ہوئے ہیں۔ اگر اس کا ایک سرا ہاتھ آجائے تو معنوی ربط ظاہر ہوگا۔ عمدہ کلام میں ربط لازمی ہے۔ غیر مربوط نظام معیوب ہوتا ہے۔ "کلام الملوک ملوک الکلام"۔ جو بادشاہِ ارض و سماوات ہے اس کے کلام میں ربط کیوں نہ ہو؟

قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت کا جواب نہیں۔ اس کا اسلوب خطبے کا ہے۔ ادب کی کوئی صنف ہو اس میں آغاز و انجام کی خصوصی اہمیت ہوتی ہے۔ خطبہ کا بھی یہ ہی حال ہے۔ اس کا آغاز بھی موثر ہوتا ہے اور اختتام بھی۔ خطیب کے سامنے سامعین موجود ہوتے ہیں۔ وہ کبھی ادھر منہ کر کے خطاب کرتا ہے اور کبھی ادھر۔ کبھی ادھر گفتگو ہو رہی ہے، کبھی ادھر۔ پھر غائب کو اس طرح سے مخاطب کرنا گویا کہ وہ حاضر ہے۔ خطابت کا خاص کمال ہے۔ بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو رہا ہے مگر کلام کا اصل رُخ منکرین کی طرف ہوتا ہے۔ اگر ہم قرآن کریم میں تصنیفی اسٹائل تلاش کریں گے تو اُلجھ کر رہ جائیں گے۔ اس میں اس نوع کی ترتیب نہیں جو عام کتابوں میں ہوتی ہے بلکہ اس میں مختلف پیراؤں میں مضمون کو بار بار دہرایا گیا ہے کہ اُن کا مجموعی تاثر دل میں پیدا ہو:

اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں

قرآنِ کریم ان تمام ذرائع سے کام لیتا ہے جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ یہ عقل کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جذبات کو اپیل کرتا ہے اور حسنِ سماعت کو بھی وجد میں لاتا ہے کیوں کہ ابد الآباد تک کے لیے ہدایت کی کتاب ہے۔

چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

انجیل میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وعظ کا ذکر آتا ہے جو "پہاڑی کا وعظ" کہلاتا ہے۔ قرآنِ مجید

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مکالمے کو نقل کرتا ہے جو قیامت کے دن ہوگا:

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ .... فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (المائدہ پ۷)

"اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے کہ اے عیسٰی (ابن مریم) کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا تعالیٰ کے دو معبود قرار دے لو۔ (عیسٰی علیہ السلام) عرض کریں گے کہ (توبہ توبہ میں تو) آپ کو (شرک سے) منزہ (سمجھتا ہوں اور) مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس (کے کہنے) کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ غیب کی تمام باتوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں۔ میں نے تو اُن سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی (اختیار کرو)، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔"

حضرت شعیب علیہ السلام کا وعظ:

قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ...... وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ۔ (اعراف پ۸)

"اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لیے نافع ہے۔ اگر تم تصدیق کرو اور تم سڑکوں پر (اس غرض سے) مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے ہیں، تو ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کیے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تبلیغ

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ...... سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (یونس پ ۱۱)

تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے آپ سے یوں) کہتے ہیں کہ اس کے سوا (کوئی) پورا) دوسرا (قرآن (ہی) لائیے یا (کم سے کم) اس میں کچھ ترمیم کر دیجیے - آپ (یوں) کہہ دیجیے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں - بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے - اگر میں اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں - آپ (یوں) کہہ دیجیے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں - پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے - سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی (بلکہ معذب ابدی ہوں گے) اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُن کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں - اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں - آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں - وہ پاک و برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے -

حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل کا وعظ :

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ...... ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف ، پ ۱۲)

"اے قید خانہ کے دونوں رفیقو ! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے - تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے - خدا تعالیٰ نے تو ان کی کوئی دلیل نہیں بھیجی حکم خدا ہی کا ہے - اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو - یہی سیدھا طریقہ ہے - لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

قیامت کے دن شیطان کی عذر خواہی:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ ...... اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ابراہیم پ ۱۳)

"اور جب (قیامت میں) تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان (جواب میں) کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے۔ سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کیے تھے اور میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے (باختیار خود) میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو اور (زیادہ) ملامت اپنے آپ کو کرو۔ نہ میں تمہارا مددگار (ہو سکتا) ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو سکتے ہو۔ میں خود (تمہارے) اس (فعل) سے بیزار ہوں کہ تم اس کے قبل (دنیا میں) مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے (یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب مقرر ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ ...... عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝ (مریم پ ۱۶)

جبکہ انھوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آ سکے۔ اے میرے باپ، میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا۔ تو تم میرے کہنے پر چلو۔ تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا۔ اے میرے باپ، تم شیطان کی پرستش مت کرو بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمانی کرنے والا ہے، اے میرے باپ، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب (نہ) آ پڑے۔ پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔ (باپ نے) جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو۔ اے ابراہیم! اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو سنگسار کر دوں گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے برکنار رہو۔ ابراہیم نے کہا، میرا سلام لو۔ اب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا۔ بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں اور (علیحدہ ہو کر اطمینان سے) اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کروں گا۔ امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا۔"

فرعون کے دربار میں مردِ مومن کی تقریر:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ...... اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ (المؤمن پ ۲۴)

اور (اس مجلسِ مشورہ میں) ایک مومن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھا (اور اب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا کہا، کیا تم اس شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعوی پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گزر جانے والا، بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو۔ سو خدا تعالیٰ کے عذاب میں ہماری کون مدد کرے گا اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آپڑا۔ فرعون نے (یہ تقریر سن کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتلاتا ہوں۔ اور اس مومن نے کہا، صاحبو۔ مجھ کو تمہاری نسبت اور امتوں کے سے روزِ بد کا اندیشہ ہے جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا اور صاحبو۔ مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی۔ جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے (اور اس وقت) تم کو خدا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو خدا ہی گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ اور اس کے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آچکے ہیں۔ سو تم ان امور میں بھی برابر شک ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ بس اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ آپے سے باہر ہو جانے والوں (اور) شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے جو بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو۔ خدا تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں۔ (اس کی یہ بخشی) سے خدا تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی (اور) اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے اور فرعون نے کہا اے ہامان۔ میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ پھر (وہاں جا کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور

[illegible] زیدی

اسلامی رواداری

مل جل کر رہنا تمدن کی بنیاد ہے اور رواداری کا تعلق انسان کے اسی جبلی تقاضے سے ہے اگر کسی کے دل میں دوسروں کی معمولی لغزشوں کو نظر انداز کرنے کی قوت نہ ہو اور وہ حقیقی طور پر دوسروں کی عزت نہ کرتا ہو تو یہ بات ممکن نہ ہوگی کہ وہ کسی بستی میں باعزت زندگی گزار سکے۔ اس کی طبیعت کی ناہمواری دوسروں کے لیے باعث آزار بنے گی اور لازمی طور پر ایسے جھگڑے کھڑے ہوں گے کہ بستی کا امن برقرار نہ رہ سکے گا۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس لیے اس نے بغیر تعصب کے غیر مبہم الفاظ میں رواداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم کسی شرط کے بغیر ہے یعنی یہ بات نہیں ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلم بھائیوں کے ساتھ تو رواداری برتے لیکن غیر مسلموں کے ساتھ اس کا رویہ دوسرا ہو۔ اسلام کا پیرو اس بات کا پابند ہے کہ وہ بلا تخصیص رنگ و نسل اور مذہب ہر شخص کے بنیادی حقوق کا خیال رکھے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام نے مسلم اور غیر مسلم کے لیے اس اعتبار سے [illegible] امتیاز بنیادی انسانی حقوق سے آگے کا ہے اور اس کی حقیقت اس ترجیح کی سی ہے جو شریفوں میں بھی نسبتاً زیادہ شریفوں کو حاصل ہوتی ہے گویا یہ بہتر سلوک حسنِ عمل، اعلیٰ کردار اور نظریات کی بنا پر کیا جاتا ہے یہ کسی خاص نسل سے تعلق رکھنے کی بنا پر نہیں کیا جاتا اور عقل و شعور کا تقاضا ہے کہ ایسا ضرور کیا جائے۔ بالکل مساوات انسانی معاشرے میں ممکن ہی نہیں کیونکہ مختلف انسانوں کے [illegible] اعمال و افعال اور طرزِ زندگی کے باعث ایک کو نیچ اور دوسرے کو اونچا ماننا پڑے گا اور مجرم کے ساتھ مجرموں کا سا سلوک کیے بغیر چارہ نہیں۔ بنچ کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرنا انصاف کے مطابق ہوگا اور نہ مجرم کو کرسی پر بٹھا دینا ان کی حیثیتوں کے مطابق سلوک ہے [illegible]

پیغمبر [illegible]

بہرحال یہ ایک ضمنی بات تھی۔ ہمارا اصل موضوع رواداری ہے اور اسی کے بارے میں ہمارا مذہب ہمیں یہ تاکید کرتا ہے کہ اسے ایک اہم مذہبی اصول کی طرح اپنایا جائے۔ اب اگر ہمیں یہ خود اپنی زندگی میں نظر نہیں آتا تو اسے بدنصیبی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہم ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب پر ایمان رکھنے کے باوجود معمولی فروعی مسائل کے اختلاف کے باعث ایک دوسرے کو کافر، گردن زدنی اور نفرت کا مستحق قرار دیتے ہیں جبکہ ہمارے آقا اور اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ کسی شخص کو بھی اپنی توجہ اور مہربانیوں سے محروم نہ رکھتے تھے اور ہر شخص کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ تمام اخلاقی ضابطوں کا پابند رہ کر آزادی سے اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارے۔

یہود اور نصاریٰ کی دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ ان دونوں فرقوں کے مذہبی عقائد بھی اس قدر مسخ ہو چکے تھے کہ انھیں اپنے پیغمبروں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی نسبت ہی نہ رہی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں دشمن فرقوں کا یہ حق تسلیم فرمایا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔ میثاق مدینہ اس رواداری کا زندہ ثبوت بنا۔ اس کے علاوہ آپ کی مبارک زندگی میں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں کہ آپ نے ہر لحاظ سے بالادست ہونے کے باوجود ان فرقوں نیز مشرکین مکہ کے ساتھ ان کی عزت ملحوظ رکھتے ہوئے سلوک کیا۔ ان کے جتنے وفود اور جتنے افراد حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ غایت درجے کی مہربانی کا سلوک فرمایا۔ آپ کی پوری زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے اختلاف مذہب یا اختلاف رنگ و نسل کی بنا پر ایسا سلوک فرمایا ہو کہ کوئی شخص افسردہ خاطر ہو گیا ہو۔ آپ کا سلوک تو ہر شخص کے ساتھ اس مہربان طبیب کا سا ہوتا تھا جو مریضوں کو ہر قیمت پر تندرست کرنے کا عزم کیے ہوتے ہو۔

یہی طرز عمل صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا رہا اور اسی کی پیروی بعد میں آنے والے سعید فطرت مسلمانوں نے کی۔ مسلمانوں کے جاہل دشمن اس بات پر بہت زور صرف کرتے ہیں کہ اسلام ایک فوجی مذہب ہے اور یہ تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے لیکن صورتِ حال اس کے بالکل اُلٹ ہے۔ دین دار مسلمانوں کا